يٰأيها الذين امنوا امنوا

لمحہ فکریہ

عبدالرزاق سنگین

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

عالمِ انسانیت پر ذاتِ قدسی صفات صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات سے کیسے مجالِ انکار ہو سکتا ہے۔ بلاشبہ دنیا کا ہر گوشہ ہر ملک، ہر قوم اور نوعِ انسانی کے مختلف طبقات محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرہونِ منت ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے صنفِ نازک کے حقوق کو کس بیدردی سے پامال کیا جاتا تھا۔ دختر کشی کے باعث سینکڑوں غنچے بن کھلے مرجھا جاتے تھے جس ملک میں گھوڑوں، کتوں، طوطوں وغیرہ جانوروں سے پیار کیا جاتا تھا، وہاں انسانوں کا ایک مظلوم طبقہ یعنی غلام حیوانات سے بدتر زندگی گذار رہے تھے، حضور ہی نے ذروں کو اٹھا کر ماہِ تاباں بنایا اور کانٹوں پر قدم رکھا تو کانٹے گلستان ہو گئے، آج اگر یورپ عورتوں کے لئے نام نہاد حقوق کا ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے۔ یا غلامی کے انسداد کیلئے آواز اٹھا رہا ہے، تو اس محسنِ اعظم نبیِ امی صلی اللہ علیہ وسلم کو خراجِ تحسین کیوں ادا نہیں کرتا جس نے سب سے پہلے عورتوں کو مردوں کی غلامی سے چھڑایا، غلاموں کو بادشاہ بنایا، اسود و احمر کی تفریق ختم کی، نسل اور خون کے امتیازات ختم کرائے حتیٰ کہ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

ممکن ہے یورپ اور امریکہ آزادئ نسواں اور انسدادِ غلامی کا سہرا سب سے پہلے اپنے سر باندھنے کے باعث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات سے چشم پوشی کرتے ہوں، لیکن ہمارا روئے سخن ان امی کروڑ انسانوں کے جمِ غفیر سے ہے، جن میں کالے بھی ہیں اور گورے بھی، آزاد بھی اور نیم غلامی کی زندگی گذارنے والے بھی، حاکم بھی ہیں، اور محکوم بھی، کار فرما بھی اور کارکن بھی، عورتیں بھی اور مرد بھی جو اپنے تئیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیوا سمجھتے ہیں۔ خدائے واحد کی پرستش کا دعویٰ کر رہے ہیں، اسلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ کیا انہوں نے کبھی اس امر پر سوچا بھی ہے، کہ نبی کریمؐ کے احسانات تسلیم کرنے کا صحیح اندازہ کیا ہے۔ اور کیا ہونا چاہئے؟ اس خیال نے کبھی ہمارے گوشۂ دماغ میں جگہ پائی کہ حضورؐ کی احسان شناسی کا احسن طریق کیا ہو سکتا ہے۔ کیا ہم نے کبھی اپنے آپ کو اسلام کے قالب میں ڈھالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی، امر بالمعروف پر عمل پیرا رہے، نہی عن المنکر کی راہ میں مشکلات

سے دوچار ہوئے، حق ہمسائگی کیسے ادا کیا، بال بچوں اور خویش و اقارب سے کیا سلوک برتتے رہے دوستوں سے کیا رویہ رہا، امت کا وہ طبقہ جس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کے حق معاوضہ ادا کرنے کی ہمیں تلقین کی گئی، اور جسے عرف عام میں مزدور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، سے ہمارا کیا سلوک رہا، جس مالک کا نمک کھاتے رہے اسکی غیر موجودگی میں اس کا حق نمک کیسے ادا کیا، یہ وہ سوالات ہیں جو بار بار ہمارا نہاں خانۂ دل میں کروٹیں لیتے ہیں اور ہم سے بار بار جواب کا تقاضا کر رہے ہیں۔

اگر خداوند تعالیٰ نے ہمیں ذرا گردن جھکانے کی توفیق دی، اور دل کے آئینہ میں اپنے اعمال کی تصویر دیکھنے کی زحمت گوارا کی تو یقیناً ہمارے عمل اور اسلام کی تعلیمات کا تضاد آشکارا ہو جائے گا۔ ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ ہم کس راہ پر گامزن ہیں۔ ہمارا رخ کعبہ کی جانب ہے یا ترکستان کی طرف، ہم عید میلاد النبی کی تقریبات سجاتے رہے، لیکن ہماری معاشرتی زندگی سنورنے کی بجائے اور بگڑتی رہی، ہم نے محفل میلاد پر چراغاں کا بندوبست کیا جس سے گھر اور بازار بقعۂ نور بن گئے لیکن دلوں کی دنیا بے نور ہی رہی، غور فرمائیں کہ محسن اعظم کی یاد میں تقریب اور اس میں ڈھول اور تاشے بجانے، خلاف شرع جلوس نکالنے اور رسموں کے منانے کی کیا گنجائش؟ اسلام میں جاہلیت کے پیوند لگانے کا کیا جواز، آج مسلمانوں سے روح محمدؐ پکار کر کہہ رہی ہے، اور سبز گنبد کی نورانی آغوش میں محو استراحت ہستی مضطرب ہے کہ میرا نام لینے والے ہنود کی دیوالی کی تقلید کر رہے ہیں۔

اے عشق محمدؐ کا پرچار کرنے والو! اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو!! یا ایھا الذین آمنو!!! خدا تمہیں خود شناس بنائے۔ کہ تمہارا مقام کیا ہے۔ اور آپ کھڑے کہاں ہیں۔ آپ نے دنیا کو اپنے پیچھے چلاتے آئے ہیں نہ کہ دنیا کے پیچھے چلنے۔ تمہاری روشن تہذیب لیبها و نہارہا سواءٌ دنیا کے اندھیروں میں اجالا کر سکتی ہے، لیکن آپ دوسری تہذیبوں سے بھیک مانگ رہے ہیں، مسلمان اور ہندی تہذیب مسلمان اور مصری تہذیب۔ مسلمان اور چینی تہذیب۔ مسلمان اور یونانی تہذیب۔ اور دنیا کو تہذیب سکھانے والے انسان! آج تو دوسروں کے آگے زانوئے شاگردی تہہ کر رہا ہے۔ تو انبیائے کرام کی زندہ تہذیب کا زندہ مرقع تھا، لیکن آج تو کس دلدل میں پھنسا، عید میلاد پر یہ اسراف و تبذیر کا مظاہرہ، غیر شرعی جلوسوں کی یہ نمائش، مبارک ایام میں نامبارک بدعتوں کی بھرمار خلاف شرع نعروں کا لگانا اس امر کی غمازی نہیں کر رہا کہ محمدؐ کا نام لیوا آج اغیار کی تقلید کر رہا ہے ؎

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا مے روی